OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

ما قبلِ اسلام مختلف مذاہب میں اخلاق کا فلسفہ و نظریات

Pre-Islamic Philosophies and Theories of Morality Across Various Religions

Ejaz Hussain
Research Scholar, Al-Hamad Islamic University, Quetta Campus.
Email: fitratejaz@gmail.com

Dr. Mufti Shahab Naimat Khan
Assistant Professor, BUITEMS University, Quetta.
Email. Shahab.naimat@buitms.edu.pk

Received on: 08-08-2024 Accepted on: 14-09-2024

Abstract

Islam appeared in the seventh century, starting a strong basis for moral principles and ethical theories. However, this raises an important question: what moral philosophies and ethical systems existed before Islam? Were there coherent, practiced moral philosophies in pre-Islamic societies? This article explores these ancient systems, presenting an account of the pre-Islamic moral philosophies and theories that formed human thought. Through examining these earlier systems, the article addresses whether and how structured moral codes were founded before Islam's advent. From religious traditions like those in ancient Egypt, Hinduism, Buddhism, Jainism, Zoroastrianism, and the Greek and Roman ethical schools, we observe that various cultures tried to define the principles governing good and evil, justice, duty, and the nature of virtue. Each of these systems viewed morality in different ways, often influenced by the socio-political context, religious beliefs, and philosophical inquiries of their times. For instance, Hindu and Buddhist moral theories emphasized karma, non-violence, and personal purity, while Greek philosophies like those of Socrates, Plato, and Aristotle focused on reason and virtue as the foundation of ethical conduct. The article combines these philosophies and emphasizes the importance of futher examining them one by one to understand their unique approaches and contributions. A closer analysis reveals how these moral frameworks addressed fundamental questions about human behavior, society, and justice, each leaving an imprint on the evolution of moral thought. Understanding these pre-Islamic moral theories enriches our appreciation of how Islam contributed to, expanded upon, and redefined concepts of morality for a new age.

Keywords: Ethics, Ideas, Hinduism, Jainism, Buddhism

تعارف

ساتویں صدی عیسوی میں مذہبِ اسلام کے ظہور سے قبل بھی اخلاقی اقدار کسی نہ کسی شکل میں اقوامِ عالم کی مختلف طبقات کے دستور العمل میں شامل رہی ہیں۔اقوامِ عالم کی فکری و مذہبی (الہامی و غیر الہامی) تاریخ مختلف ادوار پر مشتمل ہے لہٰذا ان تمام ادوار کی مسلمہ مر قوم تاریخی حیثیت اخلاق کی تعمیر و ترقی کے مطالعہ کے لیے نا گزیر ہے۔ڈاکٹر بشیر احمد ڈار فرماتے ہیں کہ انسانی فکر کی قدیم تاریخ کو مختصراً تین ادوار میں

تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور وہ ہے جب مصر اور بابل کے مفکرین نے انسان اور کائنات کے مسائل پر غور کیا اور اپنے اپنے نظریات پیش کیے۔ یہ دور تقریباً 1000 قبل مسیح تک جاری رہا۔ اسی زمانے میں زرتشت نے انسانی سوچ کو مزید گہرائی اور وسعت بخشی۔ دوسرا دور تقریباً 600 قبل مسیح تک کا ہے، جس دوران بنی اسرائیل دنیا کی متمدن اقوام کی قیادت کر رہے تھے، اور اسی عہد میں چین میں کنفیوشس اور ہندوستان میں گوتم بدھ نے جنم لیا۔ تیسرا دور 600 قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے، جب مغربی ایشیا میں یونانیوں نے ان انسانی افکار کو اپنا کر آگے بڑھایا۔(۱)

اس مقالہ میں اسلام سے قبل مختلف مذاہب میں اخلاق کے فلسفہ و نظریات کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ اس بات کو اجاگر کیا جا سکے کہ اسلام سے پہلے بھی اخلاق سے متعلق فلسفہ اور نظریات کا وجود تھا۔

مصری فلسفۂ اخلاق

اس فلسفہ اخلاق سے متعلق بشیر احمد ڈار تحریر کرتے ہیں کہ اسلام سے پہلے اخلاقی نظریات کے تدریجی ارتقاء کا درست جائزہ لینا اس وقت تک مکمل نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ مصری فلسفہ اخلاق کی مختصر تاریخ پیش نہ کی جائے۔ پہلا دور تقریباً 4000 سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے اور اسے "اتحادِ اول" کہا جاتا ہے۔ اس دور میں مصر ایک منظم اور متحد ریاست کے طور پر ایک طاقتور بادشاہ کی قیادت میں ابھرتا ہے۔ دوسرا دور تقریباً 3500 قبل مسیح سے شروع ہو کر 2500 قبل مسیح تک جاری رہتا ہے اور اسے "اتحادِ ثانی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ محققین کے مطابق، اس عہد میں وہ تمدن مکمل طور پر موجود تھا جسے ہم "تمدن" کہتے ہیں۔(۲)

بقولِ بشیر احمد ڈار یونانیوں کے دعویٰ کو رد کرتی ایک ناقابل تردید چیز سامنے آئی جو کہ اتحادِ ثانی کے دور کا ایک حجری کتبہ ہے اور انسان کی تاریخ میں یہ پہلی چیز ہے جس میں اخلاقی مسائل معروضی شکل میں پیش کیے گئے، معلوم ہوا کہ آج درپیش آنے والے اخلاقی سوال ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے کے انسان کو بھی درپیش تھے۔ بقولِ مصنف مغربی مصنفین کا یہ عام دستور رہا ہے کہ وہ انسانی فکر کا آغاز یونان کے حکیم تھیلز سے شروع کرتے ہیں لیکن یہ حجری کتبہ اس سے تقریبا دو ہزار سال پہلے عالم وجود میں آیا اور اس کی یہ قدامت ہی اس کی اہمیت واضح کرتی ہے۔ اس کتبہ میں فلسفہ ءامن اور اخلاق کے تقریباً سبھی مسائل درج کر کے ان پر بخوبی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مزید یہ کہ اس کتبے کے مصنف یا مصنفین نے یہ کوشش کی کہ اخلاقی اعمال کو دینی سرچشمہ سے ملا دیا جائے(۳)

اس کے بعد ڈار صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے بعد اہرامات کے کتبات آتے ہیں، جو مصر کے امراء نے اپنے مقبروں کی دیواروں پر نقش کروائے۔ محققین کے مطابق یہ کتبات تقریباً چھبیسویں صدی قبل مسیح کے آس پاس کے دور سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی 2625 قبل مسیح سے 2475 قبل مسیح کے درمیان کے عرصے سے۔ ان کتبات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اخلاقی شعور کی بنیاد عائلی زندگی کے تقاضوں اور مطالبات پر قائم تھی۔(۴)

اس تمام گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ما قبل تاریخِ یونانی تہذیب مصر میں اخلاقیات کا موضوع زیرِ بحث رہا تھا اور ہمارے جیسے مسائلِ اخلاقی انہیں بھی

در پیش رہے اور اچھائی برائی کی سوجھ بوجھ رکھنے والے عام انسانوں کے علاوہ ایسے ماہرین اس وقت بھی موجود تھے جو ان مسائل پر بخوبی بحث کر سکتے تھے اور اس اخلاقی بحث کو مذہب کے ساتھ ملانے کی سعی کرتے تھے۔اخلاقیات کی قدیم ترین تاریخ کی بحث میں مصری اخلاقیات کا تذکرہ ناگزیر ہے۔

زرتشت کا فلسفہ ٔاخلاق

عماد الحسن آزاد فاروقی رقم طراز ہیں کہ قدیم ایران کے ایک پیغمبر زرتشت کے روحانی تجربات پر قائم یہ مذہب کئی لحاظ سے منفرد ہے۔زرتشت کو کئی لحاظ سے عظیم مذہبی رہنما کہیں گے۔ان کے مذہب کا تاریخی تسلسل کافی منقطع ہے۔اس کے متبعین کو اپنے ابتدائی دور سے ہی اپنے پیغمبر کی تعلیمات سے انحراف کا مرتکب قرار پایا گیا۔(۵)

زرتشتی اخلاقی تعلیمات کے بارے میں شیخ احمد دیدات تحریر فرماتے ہیں کہ جناب زرتشت کی اخلاقی تعلیمات میں ظاہری و باطنی طہارت افکار، صداقت وراست بازی شامل ہیں۔زرتشت کے بقول دوسروں کی اخلاقی امداد اور مالی نصرت خندہ پیشانی سے کرنی چاہیے۔ان کی تعلیمات میں عائلی زندگی میں عمل اور محنت کو مستحسن قرار دیا گیا حتیٰ کہ زرتشت خود آخر دم تک کھیتی باڑی کرتے رہے، کہتے تھے کہ وہ زمین جو بے کار پڑی رہتی ہے وہ اچھی نہیں لگتی جس طرح خوبصورت بانجھ بیوی کو لوگ پسند نہیں کرتے۔زرتشت ازم میں محرمات بہن، بیٹی،ماں، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی وغیرہ سے شادی کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔(٦)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی نے اس کی اخلاقی تعلیمات کے ضمن میں لکھا کہ اعلیٰ اخلاقیات کا حصول اس مذہب کا خاصہ رہا۔"اوستا" کی تعلیمات کے مطابق روحانی دنیا کے عوض مادی دنیا کی امارتیں حاصل کرنے والے شخص کو نورالسمٰوات اور نہ ہی اہورامزدا کی بہشت ملے گی۔اپنے پیروکار کے واسطے یہ لازم کہا کہ وہ اقوال وافعال میں صادق،ایماندار، مہمان نواز، پاکیزہ،والدین کا اطاعت گزار، متقی اور رحم دل ہو۔(٧)

حاصلِ مطالعہ یہ ہے کہ جناب زرتشت نے اپنے پیروکاروں کو جہانِ فانی میں اچھی بااخلاق و نیک زندگی گزارنے کا آخرت میں عمدہ اجر کے بدلے کا روشن وآشکار نظریہ دے کر انہیں باعمل ونیک کردار شہری بننے کی ہمہ وقت تلقین کی اور ہر فعل میں کامل پاکیزگی کا حصول مطمع نظر قرار دینے کو بنیادی اصول قرار دینے کا درس دیا۔امید واثق ہے کہ محرمات سے شادی بعد کی مذہبی اختراع ہو سکتی ہے۔جیسا کہ عمومی طور پر وقت گذرنے پر مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

ہندو فلسفہ ٔاخلاق

ہندومت:

لفظ ہندو کسی مذہب کا نام نہیں لیکن غلط العام میں یہ عرصہ ٔدراز سے بھارت کے باسیوں کے ایک مخصوص مذہب کے پیروکاروں کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔غلام نبی امجد کے بقول ہندومت کیا ہے؟اس کا تسلی بخش جواب دینا بڑا مشکل سا ہے۔ایسی کوئی خاص مقدس کتاب بھی

نہیں پائی جسے تمام ہندو فرقے اپنا مذہب مانتے ہوں۔اور نہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جو تمام ہندوؤں کی نظر میں مستند ہو۔(۸)
غلام نبی امجد لفظ ہندو کے حوالے سے کہتے ہیں کہ لفظ ہندو کا سنسکرت کی کتابوں میں کہیں ذکر نہیں آتا۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ لفظ فارسی زبان سے ہے۔ جس کا معانی غلام یا چور اور ڈاکو ہے۔ عموماً ہندوستانی لوگ کانوں میں بالیاں پہنتے تھے، جب مسلمان یہاں آئے اور ان کی بالیاں دیکھیں تو سمجھے کہ شاید یہ سب غلام ہیں کیونکہ بالیاں ان کے ملکوں میں امتیاز کے طور پر غلاموں کا نشان سمجھا تھا۔انہوں نے ان کو غلام یا ہندو کہنا شروع کر دیا ہوگا۔اس کا ایک اور مطلب چور یا ڈاکو ہے جو یقیناً ان لوگوں کے لیے مستعمل نہیں ہو سکتا۔لفظ ہندو کا ایک اور مطلب کالے رنگ والے بھی ہے۔شاید انہیں اس حوالے سے ہندو کہا جانے لگا ہو۔(۹)

ہندو مذہب کی اخلاقیات:

ہندو معاشرہ ذات پات کے انسانیت سوز امتیاز میں مبتلا اور اچھے اخلاق سے بہت دور ظلم اور حق تلفی کے تعفن میں بہت آلودہ ہے۔اسے مٹانے میں ہر مصلح ناکام ہوا اور یہ سب ان کی مذہبی کتابوں کے اندر موجود ہے۔ہندو مذہب کی اخلاقیات کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ وید کی خدمت کے لیے برہمن، حکومت کے لیے کشتری، تجارت کے لیے ویش، اور مشکلات برداشت کرنے کے لیے شودر پیدا کیے گئے تھے۔ ہندو معاشرے میں شودر کم تر طبقہ تھا۔ان کے لیے مخصوص مندر، اسکول، کنویں اور چشمے بنائے گئے تھے۔وہ ان راستوں پر نہیں چل سکتے تھے جن پر اعلیٰ ذات کے ہندو چلتے تھے، اور انہیں وہ خوراک کھانے کا بھی حق نہیں تھا جو اعلیٰ ذات کے ہندو استعمال کرتے تھے۔ شودر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے لیے ناپسندیدہ اور کم تر سمجھے جانے والے کام انجام دیتے تھے۔(۱۰)

اس بیان سے یہ وضاحت ہوئی کہ ہندو مذہب میں بنیادی مذہبی تعلیم ہی ذات بات جیسے کم درجہ اخلاق پر مشتمل ہے۔

گوتم بدھ کا فلسفۂ اخلاق

کسی بھی مکتبۂ فکر کی اخلاقیات کی تعلیم کو سمجھنے سے پہلے اس کے فکری پس منظر کا مطالعہ ضروری ہے لہٰذا بقول الطاف جاوید بدھ مذہب کی تعلیم کو جاننے کے لیے اس کے فکری پس منظر کو جان لینا بہت ضروری ہے۔ گوتم کے عہد میں ایک سوفسطائی فرقہ پورے ملک میں موجود تھا۔اس کا نظریہ کائنات مادی تھا۔اس گروہ کے آدمیوں کا کام بحث مباحثہ کرنا تھا۔ بعض منطق کی تعلیم دیتے اور سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید دلائل سے ثابت کرتے کیونکہ ان کے نزدیک کوئی چیز سفید ہے اور نہ سیاہ۔اسی طرح وہ نیک و بد کی تمیز کے بھی قائل نہ تھے۔ان میں مشہور بروسپتی مناظرہ باز نے خدا، جنت، ابدی زندگی، اخلاق اور علمائے مذہب کا بہت تمسخر اڑایا۔(۱۱)
"گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک" کے مؤلفین کے بقول بدھی اخلاقیات کی تعلیمات اعلیٰ سطح کی ہیں۔اس حوالے سے وہ یوں رقم طراز ہیں کہ گوتم کی اخلاقی تعلیمات کی سب سے نمایاں اور بنیادی خصوصیت "محبت" ہے۔ وہ نفرت کو نفرت سے مٹانے کی کوشش کو جہالت اور تباہی کا باعث سمجھتے ہوئے محبت کے ذریعے نفرت کو شکست دینے کا نظریہ پیش کرتا ہے۔اپنے درسوں اور خطبوں میں اُس نے بار بار باہمی محبت کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔(۱۲)

مخلوقاتِ عالم پر رحم کے حوالے سے بدھی اخلاقیات نے پیروکاروں کو یہ دستور دیا کہ ان کا باطن تمام مخلوقات کے لیے رحم، ہمدردی اور محبت سے معمور ہو۔ حتیٰ کہ کیڑے مکوڑے تک بے رحمی کا شکار نہ ہوں۔ پر تشدد قربانیوں کو جانداروں کی قتل کی رسم قرار دیا گیا۔ اس مصلح کی امن پسندی ملاحظہ فرمائیں کہ گھاس کا کاٹنا بھی ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا۔(۱۳)

گوتم بدھ کی تعلیمات سنجیدہ منصف مزاج سماج کی تشکیل کی راہ ہموار کرتی رہیں اور ظلم کی چکی میں پسے ناامید انسانوں کے لیے امید کی شمع بن کر ان کے دکھوں کا مداوا کیا اور ثابت کیا کہ وہ اعلیٰ اخلاقیات کے اصولوں کی حامل ہے۔

مانی کا فلسفۂ اخلاق

منقولات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مانی الہامی شخصیت تھے۔ دستیاب تعلیمات سے اس کی بھی تشریح ہوتی ہے کہ وہ معبودِ لاشریک کی طرف مسلسل توجہ مبذول کرنے میں مشغول رہے اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنے الہامی مراتب کا باقاعدہ اظہار فرمایا اور تعلیمات بھی اعلیٰ اخلاقی منہج کی مصدق ہیں۔ بشیر احمد ڈار تحریر کرتے ہیں کہ مانی نے اپنی کتاب "شاہ پورگاں" میں یہ اعتراف کیا ہے کہ جیسے خدا نے بدھ کو ہندوستان میں پیغمبر بنا کر بھیجا، ویسے ہی اسے بابل میں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔(۱۴)

بشیر احمد ڈار نے ایک اور مقام پر ان پر وحی کے نزول کا تذکرہ کچھ یوں کیا کہ ابن ندیم کے مطابق، مانی کو پہلی وحی 12 سال کی عمر (یعنی 228 عیسوی) میں ہوئی۔ مانی کے بقول، یہ وحی اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھی اور اسے فرشتہ "التوم" (جس کے معنی "ساتھی" ہیں) نے پہنچائی۔ اس پہلی وحی کے ذریعے مانی کو یہ ہدایات دی گئیں: (1) آج سے اپنے آپ کو اپنی قوم سے الگ سمجھو، (2) ان سے دور رہو، (3) پاکیزہ زندگی اپناؤ، (4) خواہشات کو ترک کردو، (5) جب تک تم بالغ نہ ہو، اپنی حیثیت ظاہر نہ کرو اور تبلیغ سے گریز کرو۔(۱۵)

بقول بشیر احمد ڈار صاحب چینی ترکستان سے مانویوں کی ایک کتاب "خواست توانست" دریافت ہوئی ہے اسکے مطالعہ سے مانوی اخلاق کی اخلاقیات اور اصول و عقائد کا پتہ چلتا ہے جن میں سے کچھ یوں ہیں کہ اگر میں نے اس خشک زمین، پانچ قسم کے حیوانات یا درختوں پر ظلم کیا ہو تو اے خُدا میرے گناہوں سے درگذر کر، اگر مجھ سے گذرے ہوئے پیغمبروں (برہان) یا موجودہ صدیقوں کے خلاف کوئی حرکت ہوگئی ہو، اگر خُدا کی شریعت کی قبولیت کے بعد اشاعت میں کوتاہی ہوئی ہو تو استغفر اللہ، اگر میں نے کسی جاندار کو تکلیف دی ہو، مارا ڈرایا یا ناراض کیا ہو تو استغفر اللہ، جھوٹ، دروغ حلفی، ایک غلط کار انسان کی تصدیق کرنا، ایک بے گناہ انسان کو ستانا، غیب سے دشمنی پیدا کرنا، جادو کے کام کرنا، بہت سے جانوروں کو مارنا، دھوکا، امانت میں خیانت کرنا، غلط نبیوں پر ایمان لانا، غلط روزے رکھنا، غلط طریقے سے خیرات دینا، غلط کاموں سے اچھے اجر کی توقع رکھنا سب ممنوعات ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ جناب مانی اچھی معاشرت کے قیام کی خاطر عوام الناس کو عمدہ اخلاق کی پیروی کی تلقین کرتے رہے۔ اور انہیں خدائے واحد کی نافرمانی سے بچنے کے احکامات مسلسل دیئے۔(۱۶)

کنفیوشس کا فلسفۂ اخلاق

چینی خطے کے مذاہب کا تذکرہ کنفیوشس ازم کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ جس کی اخلاقی تعلیمات بدرجۂ اتم مذاہب میں ایک مقام کی حامل

ہیں۔اس مذہب کے بانی کنفیوشس کے تعارف کے سلسلے میں پروفیسر غلام رسول چیمہ یوں رقم طراز ہیں کہ یہ فلسفی کنفیوشس موضع کوفو(Ch'ufu)میں، جو سلطنت لیو(Lu)میں واقع تھااور آج کے صوبہ شان تنگ(Shantung)میں ہے، 551ق م میں پیدا ہوا اور 470ق م میں وفات پائی۔اس کے والدین نے اس کا نام کنگ چن رکھا، مگر تاریخ میں وہ کنفیوشس کے نام سے معروف ہوا۔(۱۷)

شیخ احمد دیدات کے بقول حکیم کنفیوشس کی معاشرتی واخلاقی تعلیمات سادہ عام فہم اور لچکدار ہیں، جس کا بیشتر حصہ فطری اصول پر مبنی ہے۔

حکیم کنفیوشس نے معاشرتی استحکام کے لیے مندرجہ ذیل پانچ رابطوں کے استحکام پر زور دیاہے جو اس کے نزدیک ایک حکم خداوندی ہے۔

1: حاکم اور رعایا کا رابطہ، 2: باپ اور بیٹے کا رابطہ، 3: میاں اور بیوی کا تعلق، 4: بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی سے تعلق، 5: دوست اور دوست کا تعلق۔ کنفیوشس کے مطابق اخلاقی زندگی اور معاشرتی استحکام کی بنیاد مذکورہ پانچ رابطوں پر ہے۔(۱۸)

پروفیسر غلام رسول چیمہ لکھتے ہیں کہ کنفیوشس کے مطابق سارے اعمال کا دارو مدار خلوصِ نیت پر ہے اور قول اور عمل میں مطابقت بلند کردار آدمی کی نشانی ہے۔اس کے مطابق دنیا کی بڑی دولت علم ہے۔ علم کے لیے غور وخوض لازمی ہے۔بغیر غور وخوض کے علم سعیٔ لاحاصل ہے یہی علم اصلاحِ اخلاق کے لیے لازم قرار دیا۔(۱۹)

بقولِ شیخ احمد دیدات اس حکیم کی تعلیمات کی بنیاد اخلاق پر ہے۔اس کا مشہور مقولہ ہے: اچھا آدمی وہ ہے جسے اچھے لوگ اچھا آدمی کہیں اور اس سے برے لوگ نفرت کریں۔ جبکہ برا آدمی وہ ہے جسے برے لوگ اچھا سمجھیں اور اچھے لوگ اس سے نفرت کریں۔(۲۰)

پروفیسر چیمہ کنفیوشس کے فلسفے کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ فطرت کے عین مطابق اور انسان کے واسطے قابلِ عمل ہے۔ کنفیوشس نے باہمی انتقام اور قصاص کا تصور دیا، لاؤزے کی طرح نیکی کو بدی کا بدل نہیں بتایا(۲۱)

کنفیوشس ازم نے بہترین انصاف پرور معاشرت کے قیام کے لیے عمدہ اصولوں پر مبنی قواعد وضوابط بنی آدم ؑ کو ہدیہ کیے اور اس زمانے کے فرمانرواؤں کی ناراضگی کا مطلق خیال نہ کیا اور دکھی انسانیت کا آسرا و سہارا بنا اور اسی لیے آج تک اس کی تعلیمات پر عمل جاری ہے گو کہ ایک الٰہی مذہب نہیں مگر اچھی اخلاقیات کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

جین مت:

جین مت دراصل چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندومت کے خلاف ایک احتجاجی تحریک تھی اس مذہب کے معرضِ وجود میں آنے کی وجہ کے بیان میں لیوس مور رقم طراز ہیں کہ جین مت اور بدھ مت دونوں نے وید کو الہامی صحائف کی حیثیت سے قبول کرنے سے انکار کردیا اور ہندوستان کے ذات پات کے نظام کی مذہبی اہمیت کو مسترد کیا۔ان نئے مذاہب (یا ہندومت کی نئی شکلوں) میں جین مت غالباً سب سے پہلے سامنے آیا۔(۲۲)

اس کی تفصیلات میں پروفیسر چیمہ لکھتے ہیں کہ مہاویر دریائے اجو پالگا کے کنارے جو بھا گرام نامی ایک بستی کے پاس رکا، بیالیس سال کی عمر میں اسے حقیقی معرفت اور گیان ملا۔ جسے کیول جنانا کہا گیا۔یوں وہ ایک نئے مذہب "نر گرنتھیں" کا رہنما بنا، جسے بعد میں جین مت کہا جانے

لگا۔اس کے ماننے والوں کو جینی یعنی جینا(فاتح) کہا گیا۔ جس کا معنی ہوا،اپنی سفلی خواہشوں جذبوں پر فتح پانے والا شخص۔(۲۳)
عماد الحسن آزاد فاروقی کے مطابق جین مت کی اخلاقی تعلیمات میں ایک جدید اور چار قدیم (کل پانچ)اصولوں کی سب سے بنیادی اہمیت ہے جن کا ہر جینی کو تازندگی عمل کرنے کا عہد کرنا پڑتا ہے۔جو یہ ہیں: 1۔اہنسا(عدم تشدد)،2۔ستیہ (راست گفتاری)،3۔استیہ (چوری نہ کرنا) ،4۔برہمچریہ (پاکبازی)،5۔اپری گرہ(دنیا سے بے رغبتی)،ان اصولوں کا استعمال کافی وسیع معنوں ہے۔(۲۴)
جین مت نے ہندو استحصال پسندی کے آگے ایک پرامن بند باندھنے کی بہترین اور کامیاب سعی کی اور مجبور و بے کس و مظلوم عوام الناس کی عدم مساوات پر مبنی معاشرت کے خلاف کھڑا ہونے کی ہمت افزائی کی اور محکوم عوام میں مقبول ٹھہرا۔

یونانی فلسفۂ اخلاق

یونانیوں فلاسفہ نے عمدہ اخلاقیات کے لیے بہت بنیادی تربیتی اصول عوام الناس کے سامنے رکھے۔اور معاشرہ کی اصلاح کی مسلسل کوشش میں رہے حتیٰ کہ حصولِ تعلیم کو تزکیۂ نفس کے بغیر بے نتیجہ قرار دیا۔ارسطو کی کوشش رہتی کہ اخلاقِ حسنہ کو اپنے شاگردوں کی فطرتِ ثانیہ بنادے۔
ڈاکٹر حسین صاحب شور کے مطابق یونانیوں میں پہلی بار سوفسطائیوں (SOPHISTS)(400-450ق م) نے اخلاق کی روح کو فلسفہ کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا۔اسکے بعد سقراط (SOCRATE)(470-399ق م) نے اخلاق کی بحثوں کو وسعت دی۔شور صاحب کے مطابق سقراط زندگی کے اعمال کی اساس وبنیاد اس پر غور و غوض کو سب سے اہم خیال کرتا تھا،جب کہ اس کا کہنا تھا کہ فلسفے کو آسمان سے اتارا گیا ہے۔ **انه انزل الفلسفةمن السماءالی الارض**-(۲۵)
عہدِ سقراط کے بعد اس کے شاگرد افلاطون (427-347ق م) کا دور آتا ہے جس نے سوفسطائیوں کے فلسفۂ اخلاق پر سخت تنقید کی اور اخلاق کے بارے میں نظریہ یہ دیا کہ اس عالمِ مادی کے پرے ایک اور عالمِ روحانی بھی ہے اور انسان کو برائی سے محفوظ رہ کر خیر کو حاصل کرنا چاہیے۔(۲۶)
ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ افلاطون کے بعد اسکے شاگرد ارسطو(384-322ق م) نے نظریۂ اعتدال یعنی افراط و تفریط کے درمیانی راستہ کی فضیلت کو ثابت کیا۔اس سلسلہ میں اس نے ایک کتاب "علم الاخلاق" لکھی۔ اسکے بعد یونان میں فلسفۂ اخلاق کو خصوصا رواقیین اور ابیقورئیین(Staics Epicureans) نے علمی سانچہ میں ڈھالا۔(۲۷)
جان اسکیلز ایوری سوفسطائیوں کے لیے لکھتے ہیں وہ کائنات کی نوعیت پر بحث کی بجائے اخلاقیات اور سیاست پر بات کرتے۔ سقراط اگرچہ ان کا مخالف تھا مگر فطرت کے مطالعے کی بجائے انسان کے اخلاقی اور سیاسی مسائل پر توجہ صرف کیے رہتا۔(۲۸)
یونانی ڈرامے کا اخلاقی پیغام:
"قدیم یونان میں،ڈرامہ اخلاقی روایات کا ایک اہم جزو تھا۔ عظیم ڈرامہ نگاروں،مثال کے طور پر،سوفوکلیس،ایسکولیس اور یوریپیڈیز کے

ڈراموں کی انجام دہی کی بدولت عوام کو اخلاقیات کے حوالے سے سوال کرنے کے مواقع مل جاتے تھے۔(۲۹)"

مولانا سیوہارویؒ کے بقول علمِ اخلاق کے بانی سقراط نے پہلے پہل اس بات پر زور دیا کہ معاملاتِ انسانی کو اساسِ علمی کے قالب میں ڈھالا جائے، اس کا یہ مقولہ تھا کہ اخلاق اور معاملات جب تک علمی اساس پر نہ ڈھالے جائیں گے کبھی درست نہیں ہو سکتے۔(۳۰)

اخلاقیات یونان میں سقراط کے بنانا مکمل سمجھی جائے گی اسی نے فلسفہ و اخلاق کی داغ بیل ڈالی، اس کے بعد افلاطون نے اخلاقیات کی بہترین توجیہ و تشریح کی اور اسے آسان تر قالب میں ڈھالا جبکہ ارسطو نے اس عمل کو عمدہ اختتام بخشتے ہوئے اعلیٰ اخلاقیات کی ترویج کی۔

تاؤمت:

اکثر مؤرخین کے نزدیک روایتی اعتبار سے لاؤتزو یعنی ''بوڑھا استاد'' کے خطاب کے حامل شخص کو تاؤمت کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ جس کا اصل نام لی پوہ ینگ اور دور چھٹی صدی قبل مسیح تھا، اگرچہ اس کا بنیادی فلسفہ غالباً زیادہ قدیم ہے۔ لاؤتزو غالباً کنفیوشس سے تقریباً پچاس سال پہلے پیدا ہوا۔ شاید دونوں کی ملاقات بھی رہی۔ ''تاؤمت'' کا ترجمہ راستہ یا فطرت کا راستہ کیا جاتا ہے۔ اس کے نام کے مطابق اس کے علمائ شاید ابتدائی طور پر ہی الٰہیات پسند رہے کیونکہ عیسائیت کی ابتدائی صدیوں تک یہ مذہب دیوتاؤں، پجاریوں، معبدوں اور قربانیوں کا مذہب بن چکا تھا۔(۳۱)

تاؤمت اخلاقیات

اس مکتب کی اخلاقیات کے بارے میں احمد عبداللہ کہتے ہیں کہ لاوتے کی سیاسیات اور اخلاقیات میں بڑے دلکش و خوبصورت افکار و خیالات پائے جاتے ہیں۔ جنگ و جدل سے نفرت اور عدم مداخلتی طرزِ حکومت اس کی خوبیاں ہیں۔ متاخرین نے اس مذہب کے عنوانات کے بارے میں کئی کتابیں لکھیں جن میں ابدیت اور بقا کی تلاش، جذبات پر فتح حاصل کرنا جیسے موضوعات شامل ہیں کہ جن سے اعلیٰ اخلاقی قدریں مترشح ہونے کی امید پائی جاتی ہے۔(۳۲)

تاؤمت اپنی تعلیم اور برتاؤ میں انتہائی بردبار، حلیم اور اچھی اخلاقیات کا مالک ہے اس مذہب کی بعض انجمنوں نے دیگر مذاہب کے دیوتاؤں اور خداؤں کو اپنے دیوتا کے برابر اور ان مذاہب کو بھی الٰہی نجات دہندہ قرار دیا ہے اور انہیں اپنے معبدوں میں جگہ دی ہے۔ وہ عیسائیت، اسلام، بدھ مت اور کنفیوشسی مت کو بھی تاؤمت کی طرح مذاہبِ نجات قرار دیتے ہیں۔ مثلاً پیکنگ کے ایک مقامی جیل خانے میں (1912ء) میں ایک لیکچر ہال تھا۔ صدر کی کرسی کے عقب میں پانچ تصویریں آویزاں تھیں جو حضرت مسیحؑ، لاوتے، حکیم کنفیوشس، جان ہووارڈ (اٹھارہویں صدی عیسوی کا ایک انسان دوست) اور حضرت نبی آخر الزمانﷺ کی تھی۔(۳۳)

موہسٹ فلسفۂ اخلاق

موہسٹ (Mohists):

تقریباً چوتھی اور تیسری صدی قبل مسیح میں ایک اور گروہ سامنے آیا۔ اغلب خیال کے مطابق یہ استاد موتزو (390-468 اندازاً) کے شاگرد

تھے جس نے کنفیوشس پسند کے طور پر اپنے پیشے کا آغاز کیا بعد میں اپنا منفرد فلسفہ تشکیل دینے کے لیے الگ ہو گیا۔(۳۴)

فلسفۂ اخلاق:

موہسٹ ایک دوسرے سے محبت کی تعلیم دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ حکومت بھی اسی طرزِ عمل کو اختیار کرے چنانچہ ان کے فلسفۂ اخلاق کے بارے میں لیوس مورئیوں رقم طراز ہیں کہ موہسٹ امن کے حامی تھے اور جنگ سے گریز کرتے تھے، لیکن جب دفاع کی ضرورت ہوتی تو وہ عمارتوں کی قلعہ بندی کی اجازت دے دیتے تھے۔(۳۵)

واضح ہوتا ہے کہ موہسٹ کنفیوشس و تاؤمت سے متاثر ہونے کی بنا پر تقریباً ویسے ہی فلسفۂ اخلاق کی پیروی یعنی دوسروں سے محبت اپنے پیروؤں کو سکھا رہے تھے۔ ظاہراً ایسا معاشرہ اچھی اخلاقیات کا نقیب اور مدرس ہوتا ہے۔(۳۶)

خلاصہ کلام

جتنے بھی قبل از اسلام مذاہب ہیں ان میں سے اکثر نے اچھی اخلاقیات کی تربیت و ترویج کو اعلیٰ معاشرتی اقدار اور امن و سلامتی کے ضامن کے طور پر متعارف کروایا اور اپنے متبعین کی عائلی زندگی کو ان اصولوں کی نگرانی میں دے کر دنیا کو امن و پیار کا گھوارہ بنانے کی بھرپور سعی کی، حتیٰ کہ بعض مذاہب نے جانوروں اور گھاس تک کو انسانی تشدد سے واگزار کیا۔ گو کہ ان کے ماننے والے آج اکثر ان کی تعلیمات سے روگردان ہیں۔ بہر کیف ان مذاہب کے بانیوں کی کاوشوں کا تذکرہ آج بھی اچھے الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ ان مذاہب اور فلسفوں میں نمایاں حیثیت مصری، زرتشت، ہندو، گوتم بدھ، مانی، کنفیوشس، جین مت، یونانی، تاؤمت اور موہسٹ کے فلسفہ اخلاق کو حاصل ہے۔

حوالہ جات

(۱) ڈار، بشیر احمد، حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق. طبع دوم، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، 1995ء (ص 494)

(۲) ڈار، بشیر احمد، حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق. طبع دوم، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، 1995ء (ص 73)

(۳) ایضاً (ص 459 تا 464)

(۴) ایضاً (ص 464 تا 465)

(۵) فاروقی، عماد الحسن آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب. طبع اول (ص 166 تا 167)

(۶) شیخ احمد دیدات، کنفیوشس، زرتشت اور اسلام. مصباح اکرم (مترجم)، طبع اول، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، (ص 47)

(۷) اچکزئی، پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالعلی، روضہ تقابل ادیان. طبع اول، کوئٹہ: مکتبہ ولیہ، پشتون آباد، اپریل 2017ء (ص 180)

(۸) امجد، الحاج غلام نبی، اسلام اور دنیا کے مذاہب. طبع اول، لاہور: مفید عام کتب خانہ، جون 1977ء (ص 361)

(۹) امجد، الحاج غلام نبی، اسلام اور دنیا کے مذاہب. طبع اول، لاہور: مفید عام کتب خانہ، جون 1977ء (ص 366)

(۱۰) چیمہ، پروفیسر غلام رسول، مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ. طبع اول، لاہور، 2012ء (ص نمبر 138)

(۱۱) الطاف جاوید، غیر سامی مذاہب کے بانی. طبع اول، لاہور: اپنا ادارہ، 2004ء (ص 133)

(۱۲) کرشن کمار، گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک. (مترجم) پرکاش دیو، طبع اول، لاہور: نگارشات پبلشرز، 2007ء (ص 272)

(۱۳) ایضاً (ص 268)

(۱۴) ڈار، بشیر احمد، حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق. طبع دوم، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، 1995ء (ص 173)

(۱۵) ایضاً (ص 192)

(۱۶) ایضاً (ص 214 تا 216)

(۱۷) چیمہ، غلام رسول، پروفیسر، مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ. طبع اول، لاہور: چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلشرز، 2012ء (صفحہ نمبر 336)

(۱۸) احمد دیدات، شیخ، کنفیوشس، زرتشت اور اسلام. مصباح اکرم (مترجم)، طبع اول، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، (ص 34)

(۱۹) چیمہ، غلام رسول، چوہدری، مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ. طبع اول، لاہور، 2012ء (صفحہ 340)

(۲۰) شیخ احمد دیدات، کنفیوشس، زرتشت اور اسلام. مصباح اکرم (مترجم)، طبع اول، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، (ص 36)

(۲۱) چیمہ، غلام رسول، چوہدری، پروفیسر، مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ. طبع اول، لاہور: چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلشرز، 2012ء (ص 341)

(۲۲) مور، لیوس، مذاہبِ عالم کا انسائیکلوپیڈیا. (مترجمین) یاسر جواد و سعدیہ طبع اول، لاہور: نگارشات پبلشرز، 2003ء (صفحہ 202)

(۲۳) چیمہ، غلام رسول، پروفیسر، مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ. طبع اول، لاہور: چوہدری اینڈ سنز پبلشرز، 2012ء (صفحہ نمبر 242)

(۲۴) فاروقی، عمادالحسن آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب. طبع اول، (ص 145 تا 147)

(۲۵) قادری، حسین صاحب سید، شور، امام غزالی کا فلسفۂ مذہب و اخلاق. طبع اول، دہلی: ندوۃ المصنفین، جنوری 2061ء (ص 326)

(۲۶) ایضاً (ص 326 تا 327)

(۲۷) ایضاً (ص 327)

(۲۸) ایوری، جان اسکیلز، ہم کہاں سے آئے ہیں، ہم کیا ہیں، ہم کہاں جا رہے ہیں؟. اعزاز باقر (مترجم)، طبع اول، لاہور: مشعل بکس، 2018ء (ص 262)

(۲۹) ایضاً (ص 265)

(۳۰) سیوہاروی، مولانا محمد حفظ الرحمٰن، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق. طبع اول، لاہور: خالد مقبول پبلشرز، مارچ 1976ء (ص 199)

(۳۱) لیوس مور، مذاہبِ عالم کا انسائیکلوپیڈیا. یاسر جواد و سعدیہ جواد (مترجمین) طبع اول، لاہور: نگارشات پبلشرز، 2003ء (ص 271)

(۳۲) احمد عبداللہ، مذاہبِ عالم. طبع اول، لاہور: مکی دارالکتب، جنوری 2002ء (ص 98)

(۳۳) ایضاً (ص 102)

(۳۴) لیوس مور، مذاہبِ عالم کا انسائیکلوپیڈیا. یاسر جواد و سعدیہ جواد (مترجمین) طبع اول، لاہور: نگارشات پبلشرز، 2003ء (ص 281)

(۳۵) ایضاً (ص 281)

(۳۶) ایضاً (ص 281)

References

(1) Dar, Bashir Ahmad, Moral philosophy of the ancient rulers. Second edition, Lahore: Institute of Islamic Culture, 1995 (p. 494).

(2) Dar, Bashir Ahmad, Moral philosophy of the ancient rulers. Second edition, Lahore: Institute of Islamic Culture, 1995 (p. 73).

(3) Ibid (pages 459 to 464)
(4) Ibid (pages 464 to 465)
(5) Farooqui, Imadul Hasan Azad, Major Religions of the World. The first edition (pages 166 to 167)
(6) Sheikh Ahmad Deedat, Confucius, Zoroastrianism and Islam. Musbah Akram (translator), first edition, Lahore: Abdullah Academy, (p. 47)
(7) Achakzai, Prof. Dr. Mohammad Abdul Ali, Rawza Taqab-e-Idyan. First Edition, Quetta: Maktaba Waliya, Pashtunabad, April 2017 (p. 180).
(8) Amjad, Al-Hajj Ghulam Nabi, Islam and the Religions of the World. First Edition, Lahore: Mufid General Library, June 1977 (p. 361).
(9) Amjad, Al-Hajj Ghulam Nabi, Islam and the Religions of the World. First Edition, Lahore: Mufid General Library, June 1977 (p. 366).
(10) Cheema, Professor Ghulam Rasool, Comparative Study of the Religions of the World. First Edition, Lahore, 2012 (p. no. 138).
(11) Altaf Javed, Founder of Non-Semitic Religions. First Edition, Lahore: Apna Institute, 2004 (p. 133).
(12) Krishna Kumar, From Gautam Buddha Raj Mahal to Jungle. (Translator) Prakash Deo, First Edition, Lahore: Nigarshat Publishers, 2007 (p. 272).
(13) Ibid (p. 268)
(14) Dar, Bashir Ahmad, Philosophy of Morals of the Ancient Governments. Second Edition, Lahore: Institute of Islamic Culture, 1995 (p. 173).
(15) Ibid (p. 192)
(16) Ibid (pages 214 to 216)
(17) Cheema, Ghulam Rasool, Professor, Comparative Study of Madhhab-e-Alam. First Edition, Lahore: Chaudhry Ghulam Rasool Andsons Publishers, 2012 (Page No. 336).
(18) Ahmad Deedat, Sheikh, Confucius, Zoroastrian and Islam. Musbah Akram (Translator), first edition, Lahore: Abdullah Academy, (p. 34)
(19) Cheema, Ghulam Rasool, Chaudhry, Comparative Study of Religions. First Edition, Lahore, 2012 (Page 340)
(20) Sheikh Ahmad Deedat, Confucius, Zoroastrianism and Islam. Musbah Akram (Translator), First Edition, Lahore: Abdullah Academy, (p. 36)
(21) Cheema, Ghulam Rasool, Chaudhry, Professor, A Comparative Study of the Religions of the World. First Edition, Lahore: Chaudhry Ghulam Rasool Andsons Publishers, 2012 (p. 341).
(22) Moore, Lewis, Encyclopaedia of World Religions. (Translators) Yasirjawad and Sadia Tibb, first edition, Lahore: Nigarshat Publishers, 2003 (page 202).
(23) Cheema, Ghulam Rasool, Professor, A Comparative Study of the World Religions. First Edition, Lahore: Chaudhry Andsons Publishers, 2012 (Page No. 242).
(24) Farooqi, Imad-ul-Hasan Azad, Major Religions of the World. First edition, (p. 145 to 147)
(25) Qadri, Hussain Sahib Syed, Shur, Imam Ghazali's philosophy of religion and ethics. First edition, Delhi: Nadwat al-Musnafin, January 2061 (p. 326).
(26) Ibid (p. 326 to 327)
(27) Ibid (p. 327)
(28) Avery, John Scales, Where We Came From, What We Are, Where Are We Going?. Azaz Baqir (Translator), First Edition, Lahore: Mashal Books, 2018 (p. 262)
(29) Ibid (p. 265)
(30) Siwaharvi, Maulana Muhammad Hafzur Rehman, Ethics and Philosophy of Ethics. First Edition, Lahore: Khalid Maqbool Publishers, March 1976 (p. 199).
(31) Lewis Moore, Encyclopaedia of Religions of the World. Yasir Jawad and Sadia Jawad (translators), First Edition, Lahore: Nigarshat Publishers, 2003 (p. 271)
(32) Ahmad Abdullah, Madhhab-e-Alam. First edition, Lahore: Mecca Darul Kitab, January 2002 (p. 98).
(33) Ibid (p. 102)

(34) Lewis Moore, Encyclopaedia of the Religions of the World. Yasir Javad and Sadia Jawad (translators), first edition, Lahore: Nigarshat Publishers, 2003 (p. 281).
(35) Ibid (p. 281)
(36) Ibid (p. 281)